© rasailojaraid.com

تحقیق و تنقید

حضرت مولانا عبدالغفار حسن

قسط (۲) آخری

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ اور روایاتِ حدِّ رجم

رسالہ "تدبر"، شمارہ ۳ صـ ۳۳ پر سنن ابی داؤد کے حوالے سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ:

(ترجمہ) "اس واقعہ (ماعزؓ کے رجم ہونے) کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے اصحاب میں سے دو آدمیوں کو ایک دوسرے سے یہ کہتے ہوئے سُنا: اس بدبخت کو دیکھو، اللہ نے اس کا پردہ ڈھانکے رکھا تھا لیکن اس کے نفس نے اس کو نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ کتے کی طرح سنگسار کر دیا گیا۔"

لیکن اس حدیث کے آخری جملے چھوڑ دیئے گئے۔ یا حضرت ماعزؓ کو "بدخصلت، گنڈا" ثابت کرنے کا جوش اتنا غالب رہا کہ حدیث کے آخری الفاظ نگاہوں سے مخفی رہ گئے ـــ اس حدیث کے بقیہ الفاظ یہ ہیں:

"فَسَكَتَ عَنْهُمَا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً حَتّٰى مَرَّ بِجِيفَةِ حِمَارٍ شَائِلٍ بِرِجْلِهِ فَقَالَ اَيْنَ فُلَانٌ وَ فُلَانٌ فَقَالَا نَحْنُ ذَانِ يَارَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ انْزِلَا فَكُلَا مِنْ جِيفَةِ هٰذَا الْحِمَارِ فَقَالَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَنْ يَاْكُلُ مِنْ هٰذَا قَالَ فَمَا نِلْتُمَا مِنْ عِرْضِ اَخِيكُمَا اٰنِفًا اَشَدُّ مِنْ اَكْلٍ مِنْهُ وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ اِنَّهُ الْاٰنَ لَفِي اَنْهَارِ الْجَنَّةِ يَنْغَمِسُ فِيهَا"

(سنن ابی داؤد مع عون جلد ۴ ص ۲۵۳-۲۵۴ کتاب الحدود)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی بات سن کر سکوت اختیار فرمایا۔ پھر آپؐ چلے، یہاں تک کہ آپؐ کا گزر ایک ایسے مُردہ گدھے کی لاش پر سے ہُوا جس کی ٹانگ اُوپر اٹھی ہوئی تھی۔ تو آپؐ نے فرمایا "فلاں اور فلاں کہاں ہیں؟" ان دونوں نے کہا " ہم حاضر ہیں، یا رسولؐ اللہ!" آپؐ نے فرمایا " دونوں اتر جاؤ اور اس گدھے کی لاش میں سے کھاؤ۔" ان دونوں نے عرض کی، "اے اللہ کے نبیؐ، اس گدھے کا گوشت کون کھا سکتا ہے؟" آپؐ نے جواباً فرمایا " ابھی تم نے اپنے بھائی کی آبرو پر جو حملہ کیا تھا وہ اس (مردار گدھے کے) گوشت کھانے سے بھی زیادہ (کراہت) کا باعث ہے ——— قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، بیشک، وہ (ماعزؓ) اس وقت جنّت کی نہروں میں ڈبکیاں لگا رہا ہے۔"

اسی طرح ابوداؤد ہی کے درج ذیل الفاظ سے حضرت ماعزؓ کو " بدخصلت، گنڈا" نیز "کٹر منافق" ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

"یَا قَوْمِ رُدُّوْنِیْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ قَوْمِیْ قَتَلُوْنِیْ وَ غَرُّوْنِیْ مِنْ نَفْسِیْ وَ اَخْبَرُوْنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَیْرُ قَاتِلِیْ۔"

کہ "(جب حضرت ماعزؓ پر پتھروں کی بوچھاڑ ہوئی تو انہوں نے چیخ کر کہا) اے میری قوم، مجھے رسولؐ اللہ کے پاس واپس لے جاؤ، میری قوم نے مجھے قتل کروا دیا اور مجھے دھوکا دیا۔ یہ بتاتے ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قتل کروانے والے نہیں ہیں۔"

حالانکہ اس پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب پتھروں کی بارش ہوئی اور وہ زخموں کی شدت سے بلبلا اُٹھے تو بے ساختہ ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔ بہر حال اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ ماعزؓ کی قوم نے ان سے کہا تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دو۔ شاید کوئی نجات کی شکل نکل آئے ——— اصل الفاظ یہ ہیں، راوی کا بیان ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"فَقَالَ لَهُ اَبِیْ اِئْتِ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبِرْہُ بِمَا صَنَعْتَ لَعَلَّہٗ یَسْتَغْفِرُ لَکَ وَاِنَّمَا یُرِیْدُ بِذٰلِکَ رَجَاءَ اَنْ یَکُوْنَ لَہٗ مَخْرَجًا"

انہی الفاظ کو حضرت ماعزؓ نے "اِنَّ قَوْمِیْ غَرُّوْنِیْ" سے تعبیر کیا ہے۔ اس کو وقتی طور پر ضعفِ ایمان[1] سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حاطب بن ابی بلتعہ کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ بدری صحابی تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان الفاظ کی بناء پر حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو "کٹر منافق" یا منافق نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اگر یہ منافق تھے تو دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ کیوں ادا فرمائی؟ اور یہ الفاظ کیوں ارشاد فرمائے:

"لَقَدْ تَابَ تَوْبَۃً .... الخ!"

حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے مترجم "تلمیذِ خاص" نے مزید ستم یہ کیا ہے کہ الفاظ کا ترجمہ کرنے کی بجائے اپنے خیالات کی ترجمانی فرمائی ہے۔ مثلاً:

"یَمْنَحُ اِحْدَاھُنَّ الْکُثْبَۃَ"

کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"اور (وہ) کسی عورت کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے میں کامیاب ہو جاتا تھا"

حالانکہ اس جملہ کا مطلب صرف اتنا ہے کہ

"وہ ان عورتوں میں سے کسی کو تھوڑا سا دودھ دے دیتا"

اہلِ علم غور فرمائیں کہ صحیح ترجمہ کون سا ہے؟ اولاً تو حدیث کی اس عبارت کو حضرت ماعزؓ پر چسپاں کرنا ہی غلط ہے۔ اور پھر اس کا ترجمہ غلط در غلط ——

---

[1] "ضعفِ ایمان" کی بجائے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ کو شدید تکلیف کے عالم میں ایک وقتی ردِ عمل کا نام بھی دیا جا سکتا ہے۔ اور یہ مفہوم قبول کر لینے میں کوئی امر مانع بھی نہیں ہے۔ کہ یہ بات فطرتِ انسانی میں داخل ہے۔ لہٰذا فاضل مضمون نگار کے مذکورہ بالا الفاظ ہی درست ہیں کہ "جب پتھروں کی بارش ہوئی اور وہ زخموں کی تکلیف سے بلبلا اٹھے تو بے ساختہ ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔" (ادارہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"فَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى!"

حضرت ماعزؓ کے حسنِ کردار اور گناہ سے ندامت کے بارے میں مزید چند شواہد درج ذیل ہیں:

۱۔ جب ماعزؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر اپنی معصیت کا اظہار کیا اور اپنے اوپر حد جاری کرنے کی درخواست کی تو آپ نے ان کی قوم اور قبیلے کے افراد سے دریافت کیا (یعنی چال چلن کے بارے میں) تو انہوں نے کہا کہ:

"مَا نَعْلَمُ بِهٖ بَأْسًا اِلَّا أَنَّهٗ أَصَابَ شَيْئًا يُرٰى أَنَّهٗ لَا يُخْرِجُهٗ مِنْهُ اِلَّا أَنْ يُقَامَ فِيْهِ الْحَدُّ۔"

(جامع الاصول ج ۳ ص ۵۱۵ بحوالہ صحیح مسلم۔ ابوداؤد)

دوسری روایت میں ہے:

"قَالُوْا مَا نَعْلَمُ اِلَّا وَفِيَّ الْعَقْلِ مِنْ صَالِحِيْنَا۔"

(جامع الاصول جلد ۳ ص ۵۱۷)

یعنی "ہم اس میں کوئی عیب نہیں پاتے۔ ہاں صرف اتنی بات ہے کہ اس سے گناہ ہو گیا ہے۔ اسی بناء پر اس کا خیال ہے کہ جب تک اس پر حد قائم نہیں ہو گی بات نہیں بنے گی۔"

اس وضاحت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت ماعزؓ کی بھی یہی خواہش تھی کہ ان کی ذات پر سیاہ کاری کا جو داغ لگ چکا ہے، اسے حد کے اجراء سے صاف کر دیا جائے۔ کتنا پاکیزہ جذبہ ہے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا؟ اور اس پاکیزہ جذبے کی شہادت کون دے رہا ہے؟ —— خود ان کا قبیلہ!

۲۔ مؤطا امام مالکؒ میں ہے کہ قبیلہ اسلم کا ایک شخص حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ "ذلیل و حقیر آدمی نے بدکاری کا ارتکاب کیا ہے۔" اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "کیا یہ بات تو نے میرے سوا کسی اور سے بھی بیان کی ہے؟" اس نے جواب دیا "نہیں۔" تب حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کے دربار میں توبہ کر، اور اللہ تعالیٰ نے جو تیری پردہ پوشی کی ہے اُس پر کاربند رہ (یعنی اپنی اس معصیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا چرچا نہ کر) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے"۔

راوی کا بیان ہے:

"لیکن ان باتوں سے ماعزؓ کو قرار نہ آیا، وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور اُس نے حضرت عمرؓ کے سامنے وہی بات دُہرائی جو وہ حضرت ابوبکرؓ سے عرض کر چکا تھا۔ اور حضرت عمرؓ نے وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکرؓ دے چکے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر بھی اسے قرار نہ آیا۔ یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور اس نے درخواست کی کہ "حقیر ذلیل انسان سے گناہ ہو گیا ہے"۔ بدوی سعید کا بیان ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار اس سے اعراض فرمایا.... لیکن جب زیادہ ہی اصرار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے گھر والوں کو پیغام پہنچایا کہ "ماعزؓ بیمار تو نہیں ہے؟ اس پر جنون کا اثر تو نہیں ہے؟" انہوں نے جواب دیا "بخدا وہ صحیح سالم تندرست ہے"۔ اس کے بعد آپؐ نے دریافت فرمایا کہ "یہ کنوارا ہے یا شادی کر چکا ہے؟" (یعنی ثیب ہے؟) جواب ملا "بَلْ ثَيِّبٌ" (شادی شدہ ہے) اس سوال و جواب کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے رجم کا حکم دے دیا۔"

(ج ۴ ص ۲۰۸ کتاب الحدود۔ طبع بیروت)

مؤطا ج ۴ صہ ۸۲ اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے:

"ہزال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ماعزؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چار مرتبہ اپنی معصیت کا اقرار کیا تب آپؐ نے اُس پر حدِ رجم جاری کرنے کا حکم دیا۔ اور ہزال سے فرمایا اگر تم اس کی پردہ پوشی کرتے تو یہ تمہارے لیے بہتر ہوتا"۔ اصل الفاظ یہ ہیں:

"وَقَالَ لِهَزَّالٍ لَوْ سَتَرْتَهُ بِثَوْبِكَ كَانَ خَيْرًا لَكَ"

(ابوداؤد۔ ج ۴۔ ص ۲۳۳ کتاب الحدود باب السِّتْرِ عَلٰى اَهْلِ الْحُدُوْدِ)

واضح رہے کہ یہ ہزالؓ ماعزؓ کے مربی اور کفیل تھے۔ ماعزؓ کے والد مالک اسلمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ہزالؓ، ماعزؓ کا خیال اور نگرانی رکھیں گے۔ ماعزؓ نے ان کے ہاں پرورش پائی تھی۔

"وَكَانَ مَالِكٌ أَبُو مَاعِزٍ قَدْ أَوْصَى هُزَّالَ بِابْنِهِ مَاعِزٍ وَكَانَ فِي حِجْرِهِ يَكْفُلُهُ" (تعلیق سنن ابی داؤد جلد ۴۔ کتاب الحدود)

ان دونوں روایتوں سے پہلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ماعزؓ ارتکابِ معصیت کے بعد انتہائی بے چین تھے۔ انہیں کسی کروٹ قرار نہیں آرہا تھا۔ کبھی وہ اس کا اظہار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کرتے اور کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچتے۔ آخرکار آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بار بار اپنی بے قراری کا اظہار کیا، اپنے گناہ کا اعتراف کیا اور اپنے اوپر حد جاری کرنے کی درخواست کی —— کیا جس شخص کا یہ کردار ہو، اُس کو "بدخصلت گنڈا" اور "کٹر منافق" کہا جا سکتا ہے؟ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرات شیخینؓ نے یہی مشورہ دیا کہ پردہ پوشی بہتر ہے، اگر واقعی حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے گنڈے پن سے لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا ہو رہا تھا تو یہ بار بار گناہ کو چھپانے کی تلقین کیوں کی جاتی؟

احادیث میں رجم کے بارے میں حضرت ماعزؓ اور حضرت غامدیہؓ رضی اللہ عنہما کے علاوہ مزید واقعات ملتے ہیں۔ مثلاً خالد بن اللجلاج اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ "ہم نوعمر بچے بازار میں کام کاج میں مشغول تھے کہ ایک عورت، بچہ لیے ہوئے گذری، لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا۔ وہ عورت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ لوگ بھی اس کے ہمراہ تھے۔ آپؐ نے عورت سے دریافت فرمایا،" اس بچے کا باپ کون ہے؟" عورت خاموش رہی۔ (لیکن) ایک نوجوان نے، جو لوگوں کی بھیڑ میں شامل تھا، کہا "وہ (بچہ) میرا ہے۔ مجھے آپؐ پاک کر دیجئے۔"

دوسری روایت میں ہے کہ" آپؐ نے سوال کیا،" کیا تم نے شادی کی ہے؟" اس نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر آپؐ نے اس نوجوان کے رجم کرنے کا حکم دیا۔ کچھ دیر کے بعد ایک بوڑھا شخص، سنگسار شدہ نوجوان کے بارے میں دریافت کرتا ہوا آیا۔ صحابہ کرامؓ کا بیان ہے کہ ہم اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ اور عرض کی" یہ بوڑھا اس خبیث کے بارے میں دریافت کر رہا ہے جو آج رجم کیا گیا ہے۔" آپؐ نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرمایا "اسے خبیث مت کہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بلاشبہ وہ اب جنت میں ہے۔" دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک عنبر سے زیادہ پاکیزہ خوشبو والا ہے۔"

اصل الفاظ یہ ہیں:

"لَهُوَ اَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ۔"

(مسند احمد، جامع الاصول ج ۳ ص ۵۳۵۔ کتاب الحدود۔ بحوالہ سُنن ابی داؤد)

اس روایت میں بھی رجم کا سبب زنا بالاحصان ہے نہ کہ دہشت پسندی اور غنڈہ گردی۔ ورنہ اس کا ذکر ضرور ہوتا نیز اگر یہ منافق محارب ہوتا تو آپؐ یہ نہ فرماتے کہ وہ جنت میں ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ اور حضرت غامدؔیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں روایات میں اگر کہیں کسی لفظ سے مذمت کا پہلو نکلتا ہے تو خواہ کتنا ہی تکلف ہو یا کتنا ہی وہاں ابہام ہو، اس کو تو بہت زور شور سے پیش کیا جاتا ہے لیکن جن روایات سے واضح طور پر ان کی تعریف اور حسنِ کردار ظاہر ہوتا ہے، اُسے نظر انداز کر دیا جاتا ہے آخر یہ کونسا انصاف ہے اور علمی تحقیق کا یہ کونسا انداز ہے؟

خاکہ برائے تقابلی مطالعہ

وہ الفاظِ حدیث جن سے مذمت کا پہلو نکلتا ہے:

(۱) "يَنِبُّ نَبِيْبَ التَّيْسِ ۔۔۔۔"

یہاں حضرت ماعزؓ کا صراحۃً تذکرہ نہیں ہے بلکہ لفظ "اَحَدُكُمْ" آیا ہے۔ (صحیح مسلم)

(۲) "مَا اسْتَغْفَرَ لَهٗ وَلَا سَبَّهٗ ۔۔۔۔"

ابوداؤد میں ہے "وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ" یعنی "عَلٰى مَاعِزٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ۔"

اِس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ماعز رضی اللہ عنہ پر نمازِ جنازہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا نہیں کی (ابوداؤد)

وہ عبارتِ حدیث جس سے حُسنِ کردار کا رُخ سامنے آتا ہے:

(۱) "قَالُوْا اَتَاهُ وَفِيٌّ الْعَقْلِ مِنْ صَالِحِيْنَا۔۔۔۔"

یہ حضرت ماعزؓ کے قبیلے والوں کا بیان ہے۔ سابقہ صفحات میں تفصیل گزر چکی ہے۔ (صحیح مسلم)

(۲) "ذَكَرَ خَيْرًا وَصَلّٰى عَلَيْهِ" یعنی عَلٰى مَاعِزٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ" صحیح بخاری "وَصَلّٰى عَلَيْهَا"

۔۔۔۔ یعنی "عَلَى الْغَامِدِيَّةِ ۔۔۔۔"

اِن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعزؓ اور غامدیہ پر نمازِ جنازہ ادا کی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعارضِ روایات کو سابقہ صفحات میں رفع کر دیا گیا ہے کہ آپؐ نے حضرت ماعزؓ کی نمازِ جنازہ پہلے دن ادا نہیں کی۔ لیکن دوسرے دن آپؐ اور لوگوں نے نمازِ جنازہ ادا کی۔

یہ بات واضح رہے کہ صرف ماعزؓ کے بارے میں تعارض ہے کہ ان کی نمازِ جنازہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کی یا نہیں؟ لیکن حضرت غامدیہؓ پر نمازِ جنازہ پڑھنے پر روایات میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا (صحیح مسلم۔ ابوداؤد)

(۳) "قَالَا رُجِمَ رَجْمَ الْكَلْبِ"

"دو آدمیوں نے کہا کہ وہ (ماعزؓ) اس طرح سنگسار کیا گیا جس طرح کتا سنگسار کیا جاتا ہے۔"

(۴) "إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ۔۔۔"

وَفِي رِوَايَةٍ "إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔۔۔"

(۵) "إِنَّ قَوْمِي غَرُّونِي وَقَتَلُونِي۔۔۔"

"بے شک میری قوم نے مجھے دھوکہ میں رکھا اور میرے قتل کا سامان کر ڈالا۔"

(۳) "إِنَّهُ لَيَنْغَمِسُ الْآنَ فِي أَنْهَارِ الْجَنَّةِ۔۔۔"

یہ ارشادِ نبویؐ ہے کہ "وہ (ماعزؓ) اب جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔"

(۴) "دَعَا وَلِيَّهَا، فَقَالَ: أَحْسِنْ إِلَيْهَا۔۔۔"

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہا کے ولی (سرپرست) کو بلایا اور فرمایا: "اس سے اچھا برتاؤ کرو۔"

(۵) (و) "لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ۔۔۔"

(ب) "لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَوَسِعَتْهُمْ"

(و) "بے شک ماعز رضی اللہ عنہ نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایک امت کے درمیان تقسیم کر دی جائے۔ تو اسے کافی ہو جائے۔"

(ب) "بلاشبہ اس (غامدیہ) نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اہلِ مدینہ کے ستر ۷۰ افراد پر تقسیم کر دی جائے تو انہیں کافی ہو جائے۔"

ضروری تفصیل عرض کر دی گئی ہے۔ اب یہ ناظرین کا فرض ہے کہ وہ ان احادیثِ صحیحہ کے مفہوم کو متعین کریں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: فَبَشِّرْ عِبَادِ ۙ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ - الآيَة!" (الزمر: ۱۷-۱۸)

استدراک

صحابۂ کرامؓ کے اجماعی فیصلوں کے دین میں حجت ہونے کی صراحت مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے اپنے ایک مفصل مضمون میں کی ہے، جو فروری ۱۹۵۶ء کے ماہنامہ "ترجمان القرآن" لاہور میں "سنتِ خلفائے راشدینؓ" کے عنوان سے چھپا تھا۔ آٹھ صفحے کے اس مضمون کا آخری حصہ درج ذیل ہے:

"اب میں یہ بتاؤں گا کہ میں خلفائے راشدین کے اس طرح کے طے کردہ مسائل کو کیوں سنت کا درجہ دیتا ہوں۔ میرے نزدیک اس کے وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اس کی پہلی وجہ تو وہ حدیث ہے جو اوپر گزر چکی ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خلفائے راشدین کی سنت کو سنت کا درجہ بخشا ہے اور اسی حیثیت سے مسلمانوں کو اس پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت اور وصیت فرمائی ہے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اجماع ہمارے ہاں ایک شرعی حجت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اجماع کی سب سے اعلیٰ قسم اگر کوئی ہو سکتی ہے تو وہی ہو سکتی ہے جس کی مثالیں خلفائے راشدین کے عہد میں ملتی ہیں۔ اول تو یہ خیر القرون کے لوگوں کا اجماع ہے۔ جن کی حق طلبی و حق کوشی ہر شبہ سے بالاتر ہے ثانیاً اسی مبارک دور میں عملاً یہ شکل اختیار کی جاسکی کہ اگر کوئی مسئلہ پیش آیا تو اس میں وقت کے اہل علم اور صالحین کی رائیں معلوم کی گئیں اور پھر ایک متفق علیہ بات طے کر کے ایک خلیفۂ راشد نے اس کو جاری و نافذ کیا اور سب نے اس پر بغیر کسی اختلاف و اعتراض کے عمل کیا۔

۳۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ابتداء سے خلفائے راشدین کے تعامل کو ملت میں ایک مستقل شرعی حجت کی حیثیت دی گئی ہے۔ سعید ابن مسیّب کی فقہ میں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے فیصلوں کو ایک اصولی چیز کی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اسی طرح ابراہیم نخعی کی فقہ میں حضرت علی رضؓ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے فیصلوں کو ایک مستقل جگہ حاصل ہے۔ یہی اعتماد ہر مسلمان کو حضرت عمر بن عبدالعزیز کے فیصلوں پر ہے۔ اس لحاظ سے دیکھئے تو فقہ مالکی ہو یا فقہ حنفی، ہر ایک کے اندر خلفائے راشدین کے تعامل کو سنّت ہی کی حیثیت سے جگہ دی گئی ہے۔

۴۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ دین کی تکمیل اگرچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ہوئی ہے لیکن اُمّت کی اجتماعی زندگی میں اس کے مضمرات کا پورا پورا مظاہرہ حضرات خلفائے راشدین کے ہاتھوں ہوا۔ انہی کے مبارک دَور میں اسلام کے تمام ادیان پر غلبے کا قرآنی وعدہ پورا ہوا اور اسلامی شریعت کے بہت سے احکام کا انطباق زندگی کے معاملات میں عملاً متعین ہوا۔ اس پہلو سے خلفائے راشدین کا دَور گویا عہدِ رسالت ہی کا ایک ضمیمہ ہے۔ اور ہمارے لیے وہ پورا نظام ایک مثالی نظام ہے، جو ان کے مبارک ہاتھوں سے قائم ہوا۔ پس اس دَور میں جو نظائر قائم ہو چکے ہیں وہ ہمارے لیے دینی حُجّت کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہمارے لیے ان سے انحراف جائز نہیں ہے۔ اس کلیہ سے اگر کوئی چیز مُستثنیٰ ہو سکتی ہے تو صرف وہ چیز ہو سکتی ہے جو مجرد کسی وقتی مصلحت کے تحت انھوں نے اختیار فرمائی ہو۔" (ماہنامہ "ترجمان القرآن" لاہور۔ فروری ۵۶ء ص ۳۸، ۳۹)

بلکہ اصلاحی صاحب اس کے بھی قائل ہیں کہ جس مسئلے میں ائمہ اربعہ بھی متفق ہوں تو ان کا یہ اتفاق بھی اجماعِ اُمّت کے مترادف اور دین میں حُجّت ہے۔ چنانچہ موصوف ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"ایک انطباق تو وہ ہے جس پر خلفائے راشدین اپنے دَور کے اہلِ علم و تقویٰ کے مشورے کے بعد متفق ہو گئے ہیں۔ یہ اسلام میں اجماع کی بہترین قسم ہے اور یہ بجائے خود ایک شرعی حجت ہے۔ اسی طرح ایک انطباق وہ ہے جس پر ائمہ اربعہ متفق ہو گئے ہیں۔ یہ اگرچہ درجے میں پہلی قسم کے اجماع کے برابر نہیں ہے تاہم چونکہ یہ اُمّت من حیث الامّت ان ائمہ پر متفق ہو گئی ہے اور ہر دَور کے اہلِ علم و تقویٰ ان کی دینی بصیرت، ان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تبحر ان کے مرتبۂ اجتہاد اور ان کے تمسک بالکتاب والسنۃ کو تسلیم کرتے آئے ہیں اور ان کے دائرے سے باہر نکلنے کی کوشش مشکل ہی سے کسی نے کی ہے۔ اس وجہ سے ان ائمہ کے کسی اجماع کو محض اس دلیل کی بنا پر رد نہیں کیا جا سکتا کہ یہ معصوم نہیں تھے۔ یہ معصوم تو بے شک نہیں تھے۔ لیکن ان کے معصوم نہ ہوتے کے معنی ہرگز یہ نہیں ہیں کہ کسی امر پر ان کا اتفاق بھی دین میں حجت نہ بن سکے۔"

("عائلی کمیشن رپورٹ پر تبصرہ" ص۵۸ طبع فیصل آباد)

اور یہ ظاہر ہے کہ رجم کی وہ زیر بحث حد، جس کا انکار مولانا اصلاحی صاحب فرما رہے ہیں، ائمہ اربعہؒ سمیت تمام ائمہ امت کا اس پر اتفاق ہے۔ پھر شادی شدہ زانی کے لیے رجم (بطورِ حد) سے انکار کیوں ہے؟

اعلان

نہایت افسوس کے ساتھ مطلع کیا جا رہا ہے کہ سالِ رواں رمضان المبارک سے قبل دورۂ تفسیر قرآنِ مجید کا اہتمام نہیں کر سکے بشرکت کے متمنی صاحبان سے معذرت خواہ ہیں۔ فقط والسلام

احقر سعید احمد
ناظم جامعہ اہلحدیث میاں صاحبؒ
دورہ تفسیر قرآن مجید کورٹ روڈ کراچی ۱

جمعیت اہلحدیث

تحریکِ اسلامی اور دیندار گھرانوں میں نیک و موزوں رشتوں کے خواہشمند ہمیں اپنا قابلِ اعتماد رفیق پائیں گے۔

فلاحی ادارہ پوسٹ بکس ۱۱۱ حیدر آباد سندھ

© rasailojaraid.com